9

ہر احمدی کے دل میں یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ دنیا کی روحانی کھیتی کے لئے بیج کی حیثیت رکھتا ہے

(فرمودہ 7 مارچ 1947ء بمقام کراچی)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''آج جمعہ میں جتنے دوست آئے ہیں اُن کو دیکھتے ہوئے مَیں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ دورے کی نسبت (جس کو پانچ سال گزر چکے ہیں) اب یہاں کی جماعت کی ترقی ایک نظر آنے والی ترقی ہے لیکن جو کام ہمارے سامنے ہے اُس کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہماری جماعت کی حیثیت ابھی اتنی بھی نہیں جتنی کھیت کے مقابلہ میں بیج کی ہوتی ہے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دانے سے سات سَو دانے پیدا ہو سکتے ہیں1۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اِس سے بھی زیادہ پیداوار ہوسکتی ہے۔ اور گو ہمارے ملک میں ایک دانے سے سات سو دانہ پیدا نہیں ہوتا لیکن قرآن کریم نے اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ زراعت میں اتنی ترقی کی جاسکتی ہے کہ ایک دانہ سے سات سو دانہ پیدا ہو۔ گویا ایک ایکڑ سے چار پانچ سو من تک پیداوار ہوسکتی ہے۔ ہمارے ہاں اوسط آمد سات آٹھ من فی ایکڑ ہے۔ اگر قرآن پاک کے اصول کے مطابق پیداوار ہو تو ہمارے ملک میں کروڑوں من گندم ضرورت سے زیادہ پیدا ہوسکتی ہے۔ درحقیقت قرآن کریم نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ اِس بات کے امکانات موجود ہیں کہ ایک دانے سے سات سو دانہ پیدا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اِس سے بھی زیادہ ترقی کی امید دلائی ہے۔ اِس اصل کے ماتحت اگر

زراعت کو ترقی دی جائے تو اتنا غلہ پیدا ہوسکتا ہے جو موجودہ آبادی سے پچاس گنا زیادہ آبادی کے لئے بھی کافی ہوسکتا ہے۔ گو بظاہر یہ بات ناممکن نظر آتی ہے اور بعض لوگ اِس بات پر اعتراض بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب زمین کی طاقت کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے اُس نے ثابت کر دیا ہے کہ زمین کے اندر ایسی قابلیت موجود ہے کہ اِس سے زیادہ غلہ حاصل کیا جا سکے۔ بہرحال اِس ملک میں غلّہ اور بیج کی جو نسبت ہے وہ اِس شہر کی آبادی اور ہماری جماعت کے افراد کی نہیں۔ سندھ میں عموماً تیس سیر فی ایکڑ بیج ڈالتے ہیں اور اوسط پیداوار قریباً آٹھ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کُل پیداوار کا نواں حصہ بیج ہوتا ہے۔

اگر ہماری جماعت کا ہر فرد بیج کی حیثیت اختیار کر لے اور اپنے اندر ایسا اخلاص اور تقویٰ پیدا کرے کہ اُس کی تمام خواہشات پر اللہ تعالیٰ کے لئے موت وارد ہو جائے۔ اور جس طرح دانہ خاک میں فنا ہو کر ایک نئی پیدائش حاصل کرتا ہے وہی حالت ہمارے ہر فرد کی ہو جائے تو اِس لحاظ سے بھی شہر کی کُل آبادی کا نواں حصہ ہمارے آدمی ہونے چاہئیں۔ اور آدمی بھی ایسے مخلص ہونے چاہئیں جو بیج بننے کی اہلیت اپنے اندر رکھتے ہوں اور ان کے اندر روحانی قابلیت موجود ہو۔ کیونکہ بہت سے بیج ایسے بھی ہوتے ہیں جو ضائع چلے جاتے ہیں۔ اگر ہماری جماعت کا ہر فرد اِس بات کا احساس رکھتا ہو کہ وہ دنیا کی روحانی کھیتی کے لئے بیج ہے اور وہ قربانی کر کے ہی دنیا کی حالت کو بدل سکتا ہے اور اگر ہر احمدی میں یہ احساس موجود ہو کہ میری زندگی دوسروں کے لئے ہے اپنے لئے نہیں تو پھر بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر احمدی بیج کا قائمقام ہے اور ہم آئندہ اچھے نتائج کی امید کر سکتے ہیں۔ ورنہ صرف نام رکھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان بظاہر ایسے ہیں جو کہ انسان کہلاتے ہیں لیکن وہ انسانیت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ تم مسلمانوں کو ہی دیکھ لو کہ مسلمان کہلانے والے تو کروڑوں ہیں لیکن اسلام پر عمل کرنے والے ان کے مقابلہ میں کتنے تھوڑے ہیں۔ اِسی طرح نام کے لحاظ سے تو گندے انڈے بھی انڈے ہی ہوتے ہیں لیکن اچھے اور گندے انڈے برابر نہیں ہو سکتے۔ جو انڈے گندے ہوتے ہیں اُن سے بچے پیدا نہیں ہو سکتے اور جو انڈے اچھے ہوتے ہیں اُن سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پس جو فرق اچھے اور گندے انڈے میں ہے وہی فرق اچھے اور بُرے بیج میں

ہوتا ہے۔ اچھے بیج سے تو دس گُنا غلّہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جو بیج کسی قدر خراب ہوتا ہے اُس سے دُگنا تگنا غلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور جو بیج خراب ہوتا ہے اُس سے بعض دفعہ تو کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اور بعض دفعہ جتنا بیج ڈالا جاتا ہے اُتنا ہی اُس سے غلہ پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال ایسا بیج بیج کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ اِسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اول تو ہماری جماعت کی تعداد بہت کم ہے۔ اور پھر ان میں سے بھی وہ لوگ بہت کم ہیں جو حقیقی اخلاص اور تقوی کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اور تمام دنیا کے بچانے کے لئے اُن کے دلوں میں ایک آگ سُلگ رہی ہو۔ اور وہ یہ کوشش کرتے ہوں کہ دنیا کفر وضلالت کی تاریکیوں سے نجات حاصل کرے۔ اور اگر زیادہ نہیں تو کم سے کم اپنے شہر والوں کے لئے ہی اُن کے دلوں میں درد پیدا ہوتا ہو کہ یہ کیوں ہدایت سے محروم ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ وہ بظاہر سمجھتے ہیں کہ ہم سب کچھ سمجھ رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں سمجھ رہے ہوتے۔

میں نے پٹیالہ کی ایک عورت کا واقعہ کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عورتوں کی علمی ترقی کے لئے ایک دفعہ عورتوں میں لیکچر دینے شروع کئے۔ دس پندرہ دن کے بعد آپ کو خیال آیا کہ عورتوں سے پوچھنا بھی چاہیئے کہ وہ کچھ سمجھتی بھی ہیں یا نہیں۔ آپ کے لیکچر وفاتِ مسیح، اجرائے نبوت اور ضرورتِ الہام وغیرہ کے متعلق تھے۔ دس پندرہ دن کے لیکچروں کے بعد آپ نے ایک دن ایک عورت سے جو کہ پٹیالہ کی رہنے والی تھیں اور سب سے آگے بیٹھا کرتی تھیں پوچھا۔ بی بی! بتاؤ کہ اِتنے دن مَیں اپنے لیکچروں میں کیا کہتا رہا ہوں؟ اُس نے جواب دیا کوئی اللہ اور رسول اور نماز اور روزہ کی باتیں ہی کرتے ہوں گے اور کیا کرتے ہوں گے۔ اب جس شخص کی یہ حالت ہو وہ اعلیٰ بیج کس طرح قرار پاسکتا ہے وہ تو ایک کھوکھلا بیج ہوگا۔ اور اگر کھوکھلا بیج تیس سیر بھی ڈالا جائے گا تو اُس سے تیس سیر غلہ پیدا ہونے کی بھی اُمید نہیں ہوسکتی۔

پس خالی قربانی کسی کام کی نہیں جب تک کہ اُس کے ساتھ ایسی روح نہ ہو جو آئندہ زیادہ اچھے نتائج پیدا کرنے والی ہو۔ اگر صرف جان دینا کافی ہو تو جان دینے کو تو غنڈے سب سے آگے ہوتے ہیں۔ لیکن کیا اُن کے جان دینے سے قوم کی حالت سُدھر جاتی ہے اور قومی عمارت

مضبوط ہو جاتی ہے؟ مسلمانوں میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ جان دینے سے دریغ نہیں کرتے۔لیکن اس کے باوجود وہ اسلام کی شوکت وعظمت اور ترقی کو صحیح رنگ میں قائم نہیں کر سکے۔ جو بیج فنا ہو کر زیادہ اچھے پھل پیدا نہیں کرتا ہم اُسے اچھا بیج نہیں کہہ سکتے۔اچھا بیج وہی ہے جو کہ اچھے پھل پیدا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی مقصود اور مدعا کے لئے قربانی کرنا ہی انسان کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور یہی جذبہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں قربانیوں کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ پس ہماری جماعت کے ہر فرد کو اچھے بیج کی حیثیت اختیار کرنی چاہیئے جو کہ جلد جلد بڑھتا ہے اور ایک دانے سے سات سو دانے پیدا کرتا ہے۔جس کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ بہت اچھا بیج ہے اُس کے حاصل کرنے کے لئے لوگ بڑی بڑی کوششیں کرتے ہیں۔مثلاً مصر میں روئی بہت اچھی پیدا ہوتی ہے اور مصر کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہمارا بیج سب سے اچھا ہے اِس لئے ہم دوسرے ملکوں کو نہیں دے سکتے۔ چنانچہ وہاں کی گورنمنٹ کا یہ قانون ہے کہ کوئی شخص مصر سے باہر روئی کا بیج نہیں لے جا سکتا۔ جب یہ قانون ہے تو ایسی صورت میں لوگ اُس بیج کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے یہ طریق اختیار کرتے ہیں کہ کسی دوست کو خط لکھا تو اُس میں ایک بیج ڈال دیا۔ وہ دوست اُس ایک بیج کو نہایت احتیاط کے ساتھ بوتا ہے اور جب وہ اُگ کر پودے کی صورت اختیار کرتا ہے تو اُس ایک پودے سے پچاس ساٹھ بیج پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اگلے سال اُن پچاس ساٹھ بیجوں سے تین چار سو بیج پیدا ہوتے ہیں۔ پھر تیسرے سال تین چار سو سے پانچ سات ہزار بیج بن جاتے ہیں۔ پھر چوتھے سال پچاس ساٹھ ہزار بیج بن جاتے ہیں۔ پھر پانچویں سال پانچ دس لاکھ بیج بن جاتے ہیں۔غرض پانچ سات سال کی محنتِ شاقّہ کے بعد کہیں بیج تیار ہوتا ہے اور لوگ نہایت احتیاط کے ساتھ اُن پودوں کی نگرانی کرتے ہیں تا کہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ پس جس شخص کے پاس تھوڑا بیج ہوتا ہے وہ اُس کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرتا ہے اور اُس سے زیادہ بیج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہمیں بھی اپنی تعداد کی طرف دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ دنیا میں زیادہ سے زیادہ احمدیت کے بیج کو پھیلانا چاہیئے۔اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارا کوئی بیج بھی کسی جگہ ضائع نہ ہو۔ہم ہر سال پہلے کی نسبت زیادہ احتیاط کریں اور ہر سال پہلے کی نسبت زیادہ

قربانی کریں تا کہ دنیا میں اِس بیج کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ بعض لوگ جو دوسرے علاقوں سے کوئی بیج یا پودا نکال لاتے ہیں اور اُس کو اپنے ملک میں ترقی دیتے ہیں وہ دنیا میں عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور بعض تو تاریخی آدمی بن جاتے ہیں۔ اور احمدیت تو ایک مذہب ہے جس کا پودا لگانے والا کبھی بُھلایا نہیں جا سکتا۔ فرانس کے ایک بہت بڑے آدمی نے ٹرکی میں جا کر محض اِس لئے ملازمت اختیار کی تھی کہ قسطنطنیہ میں جو شاہی باغ تھا اُس میں خاص قسم کا گلاب تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُس کی ایک قلم حاصل کر سکے۔ چنانچہ اُس نے باغبان کے طور پر باغ میں کام کرنا منظور کیا اور وہاں سے گلاب کی ایک قلم نکال لایا اور اُسے اپنے ملک میں ترقی دی اور آج تک وہ گلاب اُس کے نام سے مشہور ہے۔ اُس شخص نے اپنی عمر کا ایک حصہ بطور باغبان محض اِس لئے خرچ کیا کہ وہ ایک چیز اپنے ملک میں لے آئے۔ اِسی طرح کسی ملک سے کوئی شخص آلو لے آیا۔ کوئی تمباکو لے آیا۔ کوئی کافی لے آیا۔ اُن کو اپنے اپنے ملک میں ترقی دی اور گورنمنٹ کے قانونوں سے بچتے ہوئے اپنے ملک کے لئے دولت کا سامان پیدا کیا۔ جب دنیوی بیجوں کے لئے لوگ اِتنی محنت اور قربانی کرتے ہیں تو وہ بیج جس سے ایمان کی کھیتی وابستہ ہے اور جس کا پھیلانا ہمارے لئے ضروری ہے اور جس کے بغیر اسلام کے دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی رستہ کُھلا نظر نہیں آتا اُس بیج کے لئے احمدیوں کو کس قدر قربانی اور محنت کرنی چاہیئے۔ یہ اس بیج کی اہمیت سے خود ظاہر ہے۔ پس اس بیج کے پھیلانے کے لئے سچی قربانی اور سچے عزم کی ضرورت ہے۔ ہماری حیثیت تو بیج کی مقدار کے برابر بھی نہیں اِس لئے ہمیں تو اَور بھی زیادہ قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے احمدیت کے بیج کو تمام دنیا میں پھیلانے کی کوشش نہ کی تو ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ ہمارے لئے یہ بات کافی نہیں ہوگی کہ ہم نے اپنی زندگی اچھی گزاری ہے۔ بلکہ ہمارے ذمہ یہ بھی فرض ہے کہ ہم اسلام کی کھیتی کو دوبارہ تروتازہ کریں اور اس کے لئے بمنزلہ بیج بنیں۔

بعض دفعہ انسان اپنے لئے زندگی بسر کرتا ہے اور بعض دفعہ اُسے دوسروں کے لئے زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ انبیاء کی جماعتوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہوتی کہ وہ خود نیکی اور تقویٰ پر قائم رہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی نیکی اور تقویٰ پر قائم کرنا اُن کا فرض ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس

فریضہ کے سرانجام دینے میں کوتاہی سے کام لیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم ہوتے ہیں۔ان میں اور دوسرے لوگوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔عام لوگ اپنے لئے جیتے ہیں لیکن وہ دوسروں کے لئے جیتے ہیں۔جو شخص دنیوی عزت کے لئے کام کرتا ہے وہ دنیا کی نظروں میں معزز ہو جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کا مستحق ہو جاتا ہے۔لیکن اِن دونوں کے مرتبہ میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور اِس کی مثال تم یوں سمجھو کہ ایک جرنیل بھی بڑا آدمی ہے اور ایک تاجر بھی بڑا آدمی ہے اور سوسائٹی میں صرف جرنیلوں کی ہی عزت نہیں ہوتی بلکہ بڑے بڑے تاجروں کی بھی عزت کی جاتی ہے۔لیکن جب تاریخ ان کا مقابلہ کرے گی تو اُس میں تاجر کو جُوتی کی حیثیت بھی نہیں دی جائے گی اور ایک جرنیل کی حیثیت تاج کی ہوگی۔جرنیل کو یہ مقام اِس لئے دیا جائے گا کہ اُس نے اپنی قوم کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا اور اپنے ملک کے لئے زندگی بسر کی۔لیکن وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے لئے زندگی گزارتا ہے وہ تو اتنی بڑی عزت کا مستحق ہے کہ دنیا کی کوئی عزت اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔پس وقت کی نزاکت کو سمجھو۔اور زیادہ سے زیادہ قربانی کر کے اِس بیج کو شہروں، صوبوں، اور ملکوں میں پھیلانے کی کوشش کرو۔اور اگر تمہاری نظر زیادہ وسعت نہیں رکھتی تو کم از کم اپنے شہر کی درستی کی تو کوشش کرو۔یوں تو ہر جگہ ہی ہمیں احمدیت کے پھیلانے کی ضرورت ہے لیکن سندھ کی طرف ہمیں خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

1915ء کی بات ہے اُس وقت سندھ کو ابھی کوئی اہمیت نہ تھی اور سندھ بمبئی کی ایک کمشنری تھی کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں ایک نہر کے کنارے پر ہوں اور اُس نہر کا نظارہ دیکھ رہا ہوں۔میں ابھی وہیں کھڑا ہوں کہ شور پڑ گیا کہ دریا کا بند ٹوٹ گیا ہے اور تمام علاقے میں پانی پھیل گیا ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ اردگرد کے گاؤں پانی کی زد میں آ گئے ہیں۔میں حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں مجھے آواز آئی کہ پانی ادھر بھی آ گیا ہے۔میں اُس جگہ سے ابھی ہٹا نہیں تھا کہ نہر کا بند ٹوٹ گیا اور میں پانی میں گِھر گیا۔جب میں نے ہوش سنبھالا تو میں نے یہ خیال کیا کہ یہ دریا آخر دریائے سندھ میں مل جائے گا۔چنانچہ میں اُس وقت دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! سندھ میں تو میرے پیر لگ جائیں۔یا اللہ! سندھ میں تو میرے پیر لگ جائیں۔میں تیرتا جاتا ہوں

لیکن میرے پاؤں نہیں لگتے یہاں تک کہ میں اُس جگہ تک پہنچ گیا جہاں سندھ جاکر ڈیلٹا2 بناتا ہے۔ اُس کے قریب جاکر میرے پاؤں لگ گئے۔

اِس رؤیا میں میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے جو یہ دُعا جاری کی تھی کہ یا اللہ! سندھ میں تو میرے پیر لگ جائیں، اِس کا مجھے ہمیشہ خیال رہتا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جماعت کے لئے سندھ کو اہم جگہ قرار دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب سندھ بیراج کی سکیم شروع ہوئی تو مجھے اپنی خواب یاد آگئی اور میں نے جماعت میں تحریک کی کہ جماعت کو اس علاقہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ جماعت نے اُس وقت میری اِس تحریک کی اہمیت کو نہ سمجھا اور جماعت جس قدر اُس وقت حصہ لے سکتی تھی اس نے نہ لیا۔ میں نے دو دوستوں کو زمینوں کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ ایک ریونیو آفیسر سے ملے۔ اُس نے ہمارے آدمیوں سے کہا کہ ہمیں یہاں آبادی کے لئے آدمی نہیں ملتے آپ پنجابیوں کو یہاں بسائیں ہم آپ کو اِس کے عوض زمین کا حصہ دیں گے۔ لیکن ہماری طرف سے یہ پیش کیا گیا کہ دو فیصدی کمیشن ہمیں دیا جائے۔ چنانچہ یہ گفت وشنید کرکے ہمارے آدمی واپس آگئے اور دو تین ماہ مشورہ میں گزر گئے۔ اِس عرصے میں پنجابی آنے شروع ہوگئے۔ جب دوبارہ ہمارے آدمی آئے تو اُس ریونیو آفیسر نے کہا کہ اب آپ کو کمیشن وغیرہ تو نہیں دیا جاسکتا البتہ آپ جس جگہ پسند کریں زمین کا انتخاب کرلیں۔ جس جگہ آپ انتخاب کریں گے وہیں ہم زمین کا انتظام کردیں گے۔ پھر مشورہ کرتے کرتے دیر ہوگئی۔ آخر میں نے بعض دوستوں کو بھیجا۔ انہوں نے زمین کا ایک ٹکڑا انتخاب کرکے درخواست دے دی اور ہم یہ سمجھے کہ کام ہوگیا لیکن سات آٹھ ماہ گزر گئے اور ہمیں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ آخر ہمیں فکر پیدا ہوا۔ ہم نے دوبارہ تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ ابھی معاملہ زیرِغور ہے۔ ایک لمبے عرصے کے بعد ایک افسر نے ہمیں یہ راز بتایا کہ گورنمنٹ وہ زمین جس کا آپ نے انتخاب کیا ہے انگریزوں کو دینا چاہتی ہے اور اُس نے انگریزوں کو مفت دینی ہے اور آپ قیمتاً مانگ رہے ہیں تو گورنمنٹ اِس اعتراض سے ڈرتی ہے کہ ہندوستانی اس زمین کو قیمتاً خریدنے پر تیار تھے لیکن اُن کو نہیں دی گئی اور انگریزوں کو مفت دی گئی ہے۔ اس لئے گورنمنٹ آپ سے ٹال مٹول کررہی ہے تاکہ آپ تھک کر اِس زمین کا ارادہ

چھوڑ دیں اور وہ زمین انگریزوں کو دے دے۔ اِس کیس کے لئے میں نے ولایت میں اپنے مبلغ کو لکھا کہ وہ سراڈوائر اور لائڈ جارج کو ملیں اور اُنہیں کہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا بے انصافی کی جارہی ہے۔ سراڈوائر کے میرے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ سراڈوائر نے کہا کہ مَیں مسٹر ڈاؤ (جو کہ سندھ میں ریونیو آفیسر تھے) کو لکھوں گا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور لائڈ جارج نے بھی کہا کہ میں بھی سفارش کروں گا۔ مسٹر ڈاؤ ریونیو آفیسر نے اُنہیں جواب دیا کہ اِس زمین کے متعلق تو فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ انگریزوں کو دی جائیگی۔ اِس پر ہمیں کہا گیا کہ آپ کوئی اَور ٹکڑا تجویز کر لیں۔ میں نے پھر آدمی بھجوائے اور یہ جگہ جو کہ اب احمد آباد اور محمود آباد وغیرہ کے نام سے موسوم ہے تلاش کی گئی۔ یہ پنتالیس سَو ایکڑ تھی۔ اِس میں سے بھی احمد آباد کی جو زمین تھی اس پر بھی انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ گورنمنٹ کا وعدہ بیس ہزار ایکڑ کا ہے۔ ساڑھے سترہ ہزار ایکڑ ہم لے چکے ہیں۔ اور اڑھائی ہزار ایکڑ باقی ہے یہ بھی ہم لے لیں گے۔ اِس ٹکڑے کو اگر ہم چھوڑ دیتے تو ہمارے پاس چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رہ جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اِس معاملہ میں ہماری مدد فرمائی۔

معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ میری خواب کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ مسٹر ڈاؤ کے ساتھ ایک ہندوستانی پارسی افسر تھے۔ اُن کے دل میں ہندوستانیوں کے لئے ہمدردی تھی۔ جب ہمارے آدمی اُن سے ملے تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے تو غصہ آ رہا ہے یہ ہندوستانیوں کو محروم کیا جا رہا ہے اور تمام حقوق انگریزوں کو دیئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں کیا کروں؟ گورنمنٹ معاہدہ کر چکی ہے کوئی ذریعہ آپ بتا دیں تو پھر میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ جب اوپر کے افسر کی مدد کرنے کی خواہش ہو تو ماتحت بھی رستہ پیدا کر لیتے ہیں۔ اُس کے ایک کارکن نے کہا اگر جناب چاہتے ہیں کہ اِن کی مدد کی جائے تو میں رستہ آپ کو بتا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بیشک گورنمنٹ نے بیس ہزار ایکڑ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن انگریزوں نے خود ساڑھے سترہ ہزار ایکڑ لے کر یہ تحریر کر دیا ہے کہ اڑھائی ہزار ایکڑ ہم چھوڑتے ہیں۔ آپ یہ رقبہ ان کو دے دیں۔ اور اگر انگریزوں کی طرف سے مطالبہ ہو تو آپ اُنہیں کہہ دیں کہ آپ باقی رقبہ خود چھوڑ چکے ہیں۔ چنانچہ ہم نے چودھری فتح محمد صاحب سیال کو بھیج دیا اور وہ روپیہ وغیرہ ادا کر کے زمین خرید کر واپس آ گئے۔

جب انگریزوں کی طرف سے زور دیا گیا تو اِس پارسی افسر نے کہہ دیا کہ میں تو دستخط کر چکا ہوں۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے سندھ میں ہمیں اپنا قدم جمانے کا موقع دیا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کئے کہ سندھ بمبئی سے علیحدہ ہوگیا اور اِسے صوبہ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور پھر مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی وجہ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہوگئی۔ جب تک صوبہ بمبئی کے ساتھ اِس کا الحاق تھا اُس وقت تک ہندو اس پر غالب تھے۔ لیکن علیحدگی کے بعد یہ ایک ایسا صوبہ بن گیا جہاں مسلمانوں کو زبردست اکثریت حاصل ہوگئی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے سندھ میں کئی جگہ ہماری جماعتیں قائم ہوچکی ہیں اور لوگوں میں احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ 3 یعنی اے مسلمانو! تم جہاں سے بھی سفر کے لئے نکلو مکہ کی طرف منہ کیا کرو۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس آیت کا مطلب کیا ہے کہ تم جہاں کہیں سے نکلو مکہ کی طرف منہ کیا کرو۔ کیا ہر مسلمان گھر سے نکلتے ہوئے نماز پڑھتا ہوا نکلتا ہے؟ اور پھر جب پہلے ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ 4 تو پھر اِس جگہ دوبارہ اِس آیت کے لانے کی کیا ضرورت تھی کہ جہاں سے بھی نکلو مکہ کی طرف منہ کیا کرو؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان توحید کے علمبردار تھے۔ اور دوسرے لوگ یہ اعتراض کرتے تھے کہ بیت المقدس جو کہ بُتوں سے پاک ہے اُس کو چھوڑ کر مسلمانوں نے اب خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا شروع کر دیا ہے جو کہ بتوں سے بھرا ہوا ہے۔ گویا یہ بتوں والی جگہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اعتراض چونکہ لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہے اِس لئے تم جب بھی خروج کرو خواہ تم شمال کی طرف نکلو خواہ جنوب کی طرف تمہارے مدنظر یہ ہونا چاہیئے کہ ہم نے کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا ہے۔ چونکہ تمہیں کافروں کے ساتھ لڑائیاں پیش آ رہی ہیں اِس لئے تمہیں ہر وقت یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ہم نے مکہ کو فتح کرنا اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنا ہے۔ اِس حکم میں اصولی طور پر اِس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو اپنا مقصد ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہیئے اور خواہ وہ کسی کام میں مصروف ہو۔ اُسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

ہماری جماعت کے اکثر لوگ ایسے ہیں جو چندہ ادا کرنے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ باقی روپیہ

ہماری ذاتی چیز ہے ہم جس طرح چاہیں اُسے خرچ کر سکتے ہیں۔ اور اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بات درست ہے۔ لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کو مدنظر رکھنے سے باوجود اس کے کہ وہ اپنا روپیہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کریں گے اُن کو ثواب حاصل ہوتا رہے گا۔ اور وہ یہ ہے کہ اُس روپے کو وہ ایسے طور پر خرچ کریں جس سے جماعت کو تقویت پہنچے۔ اگر ایک تاجر ایسے طور پر تجارت کرتا ہے کہ اُس سے سلسلہ کو فائدہ پہنچے، اگر ایک صنّاع ایسے طور پر صنعت کرتا ہے کہ اُس سے جماعت کو فائدہ پہنچے تو وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اِس طرح ہمارے ہر کام پر یہ ٹھپہ لگا ہوا نظر آنا چاہیئے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ مثلاً اگر کسی شہر کے تاجر مل کر پچاس ساٹھ احمدیوں کو تجارت کا کام سکھا دیتے ہیں اور اِسی طرح اُن کے لئے روزی کمانے کا سامان مہیا کر دیتے ہیں تو یہ چیز اُن کے ذاتی منافع سے بہت زیادہ قیمتی ہوگی۔ کیونکہ جان کی قیمت مال سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی کوشش سے ایک بُھوکا شخص بھی ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے تو یہ ہمارے لئے زیادہ خوشی کا موجب ہے بہ نسبت اِس کے کہ ہمارا کوئی تاجر پچاس ہزار روپیہ کما لے۔ کیونکہ بھوک کا ڈر قوم کے اعضاء کو مضمحل کر دیتا ہے۔ لوگ دو بیویاں صرف اِس ڈر سے نہیں کرتے کہ ہمیں کھانے کو کہاں سے ملے گا۔ بہار میں جو تباہی مسلمانوں پر آئی تھی اُس کا علاج میں نے بہار والوں کو یہی بتایا تھا کہ تم لوگ شادیاں زیادہ کرو۔ تمہاری عورتیں دوسری شادی کو پسند کریں یا نہ کریں لیکن چونکہ تمہارا ہندوؤں سے مقابلہ ہے اِس لئے ضروری ہے کہ تمہاری تعداد جلدی جلدی بڑھے۔ بیشک عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ اُس کا خاوند کوئی دوسری شادی کرے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کا یہ اجازت دینا بتاتا ہے کہ ایک وقت قوموں پر ایسا بھی آتا ہے جب اُنہیں فطری تقاضوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اِسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَزَوَّجُوْا وَلُوْدًا وَ دُوْدًا [5] تم بچے پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی بیویوں سے شادی کرو۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر زیادہ بچے ہو جائیں گے تو ہم بُھوکے مریں گے۔ لیکن مجھے حیرت آتی ہے کہ کیا اِن قوموں کو صحابہؓ سے زیادہ بھوکے رہنے کا خطرہ ہے؟ صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ کھجوروں پر اور بعض دفعہ اونٹنی کے دودھ پر ہی گزارہ کر لیتے تھے۔ آجکل کے تو غریب بھی اُس وقت کے امراء سے بہت اچھا گزارہ کرتے ہیں اور امراء کی یہ حالت ہے

کہ وہ اپنے عیش میں ذرا بھی کمی آنا پسند نہیں کرتے۔ اگر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان پر عمل کریں تو پچاس ساٹھ سال کے اندر مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت درست ہو جائے اور اِن کی تعداد کہیں سے کہیں جا پہنچے۔ لیکن بُھوک کا خوف اُنہیں اِس پر عمل کرنے نہیں دیتا۔ پس ہماری جماعت کے دوستوں کو اِس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کے وجود سے سلسلہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ سلسلہ تم سے سارا مال نہیں مانگتا۔ لیکن تم سے یہ خواہش ضرور کرتا ہے کہ تم اپنے مالوں اور پیشوں میں ایسے طور پر ترقی کرو کہ اِس سے سلسلہ کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً ایک تاجر اگر سلسلہ کو فائدہ پہنچانے کی خواہش رکھتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے کہ کسی احمدی کو اپنے ساتھ ملا کر تجارت کا کام سکھا دے۔ جب وہ کام سیکھ جائے گا تو وہ دوسری جگہ اپنا کام چلا سکے گا۔ اِس طرح کام کرنے سے جماعت کو بہت تقویت پہنچے گی۔

ہماری جماعت تو مذہبی جماعت ہے اِس میں قومی جذبہ زیادہ شدت کے ساتھ موجود ہونا چاہیئے۔ ہم تو دنیا دار لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اپنی خدمات اپنی قوم کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ انگریزوں کے ہندوستان میں داخل ہونے کا ذریعہ ایک انگریز ڈاکٹر تھا جس نے شاہجہان کی لڑکی کا علاج کیا۔ اور جب وہ اچھی ہوگئی تو شاہجہان نے خوش ہو کر اُس ڈاکٹر سے کہا کہ جو انعام چاہتے ہو مانگو۔ اُس انگریز ڈاکٹر نے کہا میں اَور کچھ نہیں مانگتا آپ صرف اِتنی مہربانی کریں کہ ہمارے جہازوں کو ٹھہرنے کے لئے ہندوستان کے ساحل پر کوئی جگہ دے دیں۔ اِس طرح انگریز قوم کے لئے ہندوستان میں قدم رکھنے کا رستہ کُھل گیا۔ اگر وہ ڈاکٹر اُس وقت دس بیس لاکھ روپیہ مانگتا اور بڑا امیر کبیر بن جاتا تو کیا اُس کی قوم کے دل میں اُس کی اتنی عزت قائم ہوسکتی تھی جتنی اب ہے؟ اور کیا اُس کی قوم ہندوستان میں داخل ہوسکتی تھی؟ لیکن اُس نے اپنے ذاتی مفاد کو نظر انداز کرتے ہوئے قوم کے فائدہ کو مدنظر رکھا جس سے اُس کی تمام قوم ہندوستان کی زمین پر غالب آ گئی اور اُس کی نسلوں کو بھی کئی قسم کے منافع پہنچ گئے۔

پس ہماری جماعت کو انفرادیت کی روح کچل دینی چاہیئے اور ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ میں ایک بیج ہوں جو اپنی قوم کے مفاد کے لئے زمین میں دفن ہو کر اچھے نتائج پیدا کروں گا تا کہ تمہاری ہر قربانی پہلی قربانی سے زیادہ شاندار نظر آئے اور ہر آنے والے سال میں تم پہلے کی

نسبت بہت آگے نکل جاؤ۔ یاد رکھو جو شخص چھوٹی چیز پر تسلی پا لیتا ہے وہ خدائی فوج کا سپاہی نہیں کہلا سکتا۔ بے شک ریاستوں کے سپاہی چھوٹی چھوٹی فتوحات کو بھی بڑا سمجھتے ہیں لیکن آزاد حکومتوں کے جرنیل ملکوں کو فتح کر کے بھی تسلی نہیں پاتے۔ اِسی طرح بلند حوصلہ جماعتیں بھی چھوٹی چیز پر راضی نہیں ہوتیں اور کسی ایک مقام پر ٹھہر جانے کو وہ اپنے لئے موت کا پیغام سمجھتی ہیں۔ تمہیں بھی اپنے اندر یہی عزم پیدا کرنا چاہیئے اور سلسلہ کی ترقی کے لئے کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ تب اور صرف تب تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے اور خدا تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہو سکتے ہو۔" (الفضل 20 /اپریل 1947ء)

1: البقرة:262

2: ڈیلٹا: (DELTA) تکونی زمین جو کسی دریا کے دہانے پر واقع ہو۔

3: البقرة:150

4: البقرة:145

5: ابوداؤد کتاب النکاح باب اَلنَّھْیُ عَنْ تَزْوِیْجِ مَنْ لَّمْ یَلِدْ مِنَ النِّسَاءِ میں یہ الفاظ ہیں "تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ."